تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ　　لاہور

نِدائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم　　۱۰ تا ۱۶/اگست ۲۰۰۰ء (۹ تا ۱۵/جمادی الاول ۱۴۲۱ھ)　　مدیر: حافظ عاکف سعید

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2

☆ امیر محترم کا خطابِ جمعہ 3

☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 5

☆ ابلاغیات 7

☆ مولانا مسعود اظہر کے نام خط 8

☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 10

☆ لمحۂ فکریہ 12

☆ متفرقات ✪

نائب مدیر:
فرقان دانش خان

معاونین:
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگرانِ طباعت:
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد

طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور

مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-5869501 فیکس: 5834000

سالانہ زرِتعاون -/175 روپے

پاکستان کی جہادی تحریکیں

نبی اکرم ﷺ کے حسب ذیل فرمان پر غور کریں!!

" مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ' ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ ' فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ' وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ' وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ' وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ " (مسلمؒ عن ابن مسعودؓ)

(ترجمہ) "مجھ سے پہلے اللہ نے جس امت میں بھی کسی نبی کو مبعوث کیا اس میں سے اس کے کچھ نہ کچھ حواری اور صحابہ ضرور ایسے ہوئے جو اس کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھتے تھے اور اس کے جملہ احکام کی پیروی کرتے تھے ___ لیکن بعد میں (ہمیشہ) ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوتے رہے جو جو کچھ کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور عملاً کام وہ کرتے تھے جن کا ان کو حکم ہی نہیں ہوا تھا! ___ پس (میری اُمت میں سے) جو شخص ایسے لوگوں کے خلاف طاقت سے جہاد کرے گا وہ مؤمن ہو گا۔ اور جو زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہو گا۔ اور جو دل سے جہاد کرے گا (یعنی ان سے دلی نفرت رکھے گا) وہ بھی (ادنیٰ درجہ کا) مؤمن ہو گا ___ لیکن اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر ایمان کا بھی کوئی امکان نہیں ہے!"

(اس حدیث کو امام مسلمؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے!)

واقعہ یہ ہے کہ اگر پاکستان کی جملہ جہادی تنظیمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں اجتماعی قوت کے ساتھ منظم لیکن پُرامن اور غیر مسلح جہاد شروع کر دیں تو پاکستان کو اُس عالمی "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کا نقطۂ آغاز بننے میں کچھ دیر نہیں لگے گی، جس کی خوشخبری نبی اکرم ﷺ نے دی ہے!

اخوکم فی الدین (ڈاکٹر) **اسرار احمد** عفی عنہ امیر تنظیم اسلامی

(مندرجہ بالا تحریر امیر تنظیم کی جانب سے ایک اشتہار کی صورت میں قومی اخبارات میں شائع کرائی گئی)

اداریہ

حافظ عاکف سعید

منزل ہے کہاں تیری......؟

۱۴/اگست ۲۰۰۰ء کو پاکستان کا ۵۳واں یوم آزادی منایا جائے گا۔ اس روز شمسی کیلنڈر کے اعتبار سے ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہونے والا نوزائیدہ ملک اپنی عمر کے ۵۳ سال مکمل کر کے ۵۴ ویں سال میں داخل ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ قمری تقویم کے لحاظ سے' دوسرے لفظوں میں اسلامی کیلنڈر کے مطابق گذشتہ رمضان المبارک کی ۲۷ویں شب پاکستان کے قیام کو ۵۵ برس مکمل ہو گئے تھے اور آئندہ ماہِ رمضان میں جس کی آمد میں اب صرف ساڑھے تین ماہ باقی ہیں' پاکستان کے قیام کو ۵۶ برس مکمل ہو جائیں گے۔

یہ بات اگرچہ کسی قدر قابل اطمنان ہے کہ گزشتہ سالوں کے مقابلے میں اس سال "عید آزادی" سرکاری سطح پر اُس دھوم دھڑکے اور "شان و شوکت" کے بھونڈے اور غیر سنجیدہ اظہار کے ساتھ نہیں منایا جا رہا ہے جسے اس سے قبل گذشتہ کئی سالوں سے ایک روایت کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ عوام الناس کو قومی و ملی مسائل اور زندگی کے تلخ حقائق سے ذھنًا لاتعلق رکھنے اور اپنے حال میں مگن بلکہ مست رکھنے کے لئے مختلف کھلونے اور لالی پاپ دے کر بہلائے رکھنا ہمارے سابقہ حکمرانوں کا شعار بن چکا تھا۔ ہر سال یوم آزادی کے موقع پر انتہائی غیر سنجیدہ انداز میں "جشن آزادی" اور "عید آزادی" منانا' اور کروڑہا روپے شہروں اور عمارات کی تزئین و آرائش اور بے مقصد تقریبات پر صرف کر کے عوام کو جھوٹی مسرت فراہم کرنا ہرگز پاکستانی عوام کی خیر خواہی قرار نہیں دیا جا سکتا —— امریکی دباؤ کے سامنے بے بس اور عالمی سود خور اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی میں جکڑی ہوئی پاکستانی قوم کا یوم آزادی پر اس بے فکرے پن کا مظاہرہ کرنا اور مادر پدر آزاد طریق پر جشن آزادی منانا [illegible] چشم پوشی اور تشویشناک حد تک بڑھی ہوئی بے حسی کی غمازی کرتا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

غنیمت ہے کہ موجودہ حکومت نے جشن آزادی کا یہ طور طریق اختیار نہیں کیا بلکہ اس کا رویہ بہت حد تک حقیقت پسندانہ اور سوچ و فکر کی پختگی کا آئینہ دار ہے —— تاہم ایک دوسرے پہلو سے معاملہ بہت تشویشناک ہے۔ آزادی کی دولت حاصل کئے ۵۶ برس گزرنے کے باوجود آج بھی ہم من حیث القوم بے مقصدیت کے صحرائے تیہ میں بھٹک رہے ہیں —— عوام کو تو یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی کی فکر اور نان روٹی کے مسئلے سے فراغت نہیں ہے' ہمارا طبقہ خواص اور بالخصوص وہ طبقہ بھی جس کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہے' اکثر و بیشتر پاکستان کے معجزانہ قیام' اس کے مقام و مرتبے' مقصد اور منزل کے شعور سے بے گانہ اور بے بہرہ ہے —— مقام حسرت ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے دنیا کے واحد اسلامی ملک کا طبقہ دانشوراں آج دو قومی نظریئے کی نفی کے درپے ہے جو اس ملک کے لئے اساس اور واحد وجہ جواز کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ طبقہ تحریک پاکستان میں اسلامی عنصر کی موجودگی اور اثر انگیزی کا بھی انکاری ہے۔ مزید ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمران طبقے کے بعض ذمہ دار حضرات کی زبان سے جھڑنے والے غیر محتاط اور گمراہ کن بیانات ہی سے شہ پا کر ہمارا سیکولر طبقہ جو شاید موروثی طور پر اپنے مسلمان ہونے پر بھی دل ہی دل میں خفت محسوس کرتا ہے' حقائق کی تکذیب اور دین کی تضحیک پر کمربستہ ہے اور اپنے زبان و قلم کا سارا زور یہ ثابت کرنے پر صرف کر رہا ہے کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی ریاست نہیں بلکہ ایک سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ "حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں!!"

یہ نام نہاد دانشور جو ہلدی کی ایک گانٹھ ملنے پر بزعم خویش پنساری بن بیٹھے ہیں' اپنی جھولی میں قائداعظم کا ایک جملہ لئے پھرتے ہیں جو ۱۱/اگست ۴۷ء کا ہے۔ اُن کی کل پونجی اور کل سرمایۂ حیات قائداعظم کا بس یہی ایک جملہ ہے۔ قائداعظم کے وہ سینکڑوں بیانات جن میں صراحت کے ساتھ پاکستان کو نمونے کی اسلامی ریاست بنانے کا ذکر ملتا ہے' ان کے نزدیک پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے —— اِن حضرات کی اس سیکولر سوچ نے انہیں اس درجے متعصب اور کوتاہ چشم بنا دیا ہے کہ وہ اس اہم حقیقت کو فراموش کئے دے رہے ہیں کہ اگر ان کے موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کی زد براہ راست قائداعظم کے کردار پر پڑتی ہے۔ "ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں!؟"

قائداعظم کی اصول پرستی اور عظمت کردار کا لوہا تو ان کے بدترین دشمنوں نے بھی مانا ہے لیکن ہمارے یہ نادان دوست قائداعظم کی تصویر کشی ایک ایسے بے اصولے اور موقع پرست سیاستدان کے طور پر کرنے کے درپے ہیں جو سالہا سال تک عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے اسلام کا راگ الاپتا رہا اور مقصد حاصل ہو جانے کے بعد یکایک اپنے تمام سابقہ بیانات سے مکر گیا اور اس کے اندر کا چھپا ہوا سیکولر انسان باہر آ گیا —— مسلمانانِ برعظیم کے عظیم قائد کی اس سے بڑھ کر توہین اور اہانت ممکن نہیں —— ان کا دامن کردار ہر نوع کے داغ اور چھینٹ سے پاک تھا۔

سیدھی سی بات ہے کہ قائداعظم کی ان سینکڑوں بیانات کی تردید و تغلیط کرنے کی بجائے کہ جو تحریک پاکستان کے عروج کے دور میں مسلسل سامنے آتے رہے' قائداعظم کے اس ایک جملے کی اس طور سے تعبیر کرنا ہو گی کہ وہ سابقہ بیانات کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے۔ اور یہ بالکل ممکن العمل ہے۔ امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب "استحکام پاکستان" میں اس کی نہایت خوبصورت توجیہہ آج سے کم و بیش پندرہ سال قبل پیش کر چکے ہیں' جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

قائداعظم کے کردار کا ان کے بدترین دشمن بھی لوہا ماننے پر مجبور ہوئے

اگر قائداعظم بانی اور معمارِ پاکستان ہیں تو علامہ اقبال مفکر و مصورِ پاکستان ہیں

قائداعظم کی ۱۱/اگست کی تقریر سے سیکولر سٹیٹ کا قیام مراد لینا اُن پر بہتان طرازی کے مترادف ہے

کئی مسلم دانشور بھی سیکولرازم کی حمایت میں نظریہ پاکستان کی بڑھ چڑھ کر نفی کر رہے ہیں

میثاقِ مدینہ برابری کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کو فیصلہ کن برتری حاصل تھی

جنرل مشرف کی طرف سے بھارت کو لوواریٹ اور فوج میں دوطرفہ کمی کی تجویز پر امن جارحانہ حکمت عملی کی اعلیٰ مثال ہے

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۴/اگست ۲۰۰۰ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

حمد و ثناء تلاوتِ آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

[illegible] کے چند بیانات سے [illegible] پا کر ان دنوں کچھ نام نہاد دانشوروں بالخصوص انگریزی اخبارات کے کالم نویسوں نے اس قسم کے خیالات کا پرچار کرنا شروع کر دیا ہے کہ نہ پاکستان کے قیام کا کوئی تعلق دین و مذہب سے تھا' نہ ہی اس کی بقاء اور اس کے استحکام کے لئے کسی دینی و نظریاتی تشخص کی ضرورت ہے۔ ان دانشوروں کا یہ طرزِ عمل تحریک پاکستان کی تاریخ کو مسخ کرنے اور از روئے قرآن "حق پر باطل کی ملمع کاری" اور "کتمانِ حق" کی مذموم کوشش کے مترادف ہے۔

اگر نظریہ پاکستان میں اسلام کے کردار کے انکار کی کوئی کوشش یہاں بسنے والی اقلیتی اقوام کے نمائندوں کی طرف سے ہو تو بات قابلِ فہم ہے۔ کیونکہ اسلامی ریاست میں اگرچہ غیر مسلموں کو بہت سے حقوق حاصل ہیں لیکن بعض معاملات میں انہیں مسلمان شہری کی برابری حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے پارسی مذہب سے تعلق رکھنے والے دانشور کاؤس جی کی طرف سے اس طرح کے سیکولر نظریات کا پرچار کوئی معنی رکھتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کئی مسلم دانشور بھی سیکولرازم کی حمایت میں نظریہ پاکستان کی بڑھ چڑھ کر نفی کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حیدر آباد دکن جیسے مسلم تہذیب کے وارث علاقے سے تعلق رکھنے والے پروفیسر شریف المجاہد نے بھی کہا ہے کہ دو قومی نظریہ صرف قیام پاکستان تک مؤثر تھا' قیام پاکستان کے بعد اس کی کوئی عملی حیثیت نہیں۔ گویا شریف المجاہد اور ان کے ہمنوا مفکرین نہ صرف یہ کہ قائداعظم کے ان تمام اقوال و فرمودات کی نفی کر رہے ہیں جو انہوں نے

منبر و محراب

۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان کہے بلکہ اس طرح درپردہ وہ قائداعظم کی کردار کشی کرنے کے درپے ہیں کہ قائداعظم نے بھی بے اصولے سیاستدانوں کی طرح وقتی مصلحت کی خاطر دو قومی نظریہ کا سہارا لے کر دنیا کو دھوکہ دیا۔ حالانکہ قائداعظم ہر لحاظ سے ایک سچے اور کھرے انسان تھے' ان کا ظاہر و باطن ایک تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے بدترین دشمن بھی ان کے کردار کا لوہا ماننے پر مجبور ہوئے۔

پاکستان کا قیام بنیادی طور پر دو شخصیات یعنی قائداعظم اور علامہ اقبال کی کوششوں کا مرہونِ منت ہے۔ قائداعظم بلاشبہ ایک اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور وکیل تھے لیکن وہ فلسفی اور مفکر نہ تھے۔ جبکہ علامہ اقبال وہ شخصیت ہیں جنہوں نے پاکستان کا نہ صرف تصور پیش کیا بلکہ اس کے لئے فکری و نظریاتی اساس بھی متعین کی۔

یہ اقبال ہی تو تھے جن کے پرزور اصرار پر قائداعظم انگلستان سے واپس تشریف لائے اور مسلم لیگ کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ پاکستان کے قیام کا نظریہ دینے اور فلسفہ و فکر پیش کرنے والے اقبال تھے اور اس نظریئے کو روبعمل لانے کے لئے عملی جدوجہد قائداعظم نے کی۔ لہٰذا میرے نزدیک فکری و نظریاتی سطح پر قائداعظم نے علامہ اقبال کے افکار سے استفادہ کیا اور انہیں شعوری طور پر اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ قائداعظم نے علامہ اقبال سے اپنی خط و کتابت کے ایک کتابی مجموعے کے پیش لفظ میں اعتراف کیا ہے کہ وہ اقبال کے خیالات سے پوری طرح متفق تھے۔ گویا اگر قائداعظم بانی اور معمار پاکستان ہیں تو علامہ اقبال مفکر و مصور پاکستان ہیں۔

لہٰذا ان دونوں عظیم شخصیات کے خیالات و افکار ہی سے ہم پاکستان کی نظریاتی اساس کا تعین کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار جب قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا دستور کیا ہو گا تو قائداعظم نے کہا کہ ہمارا دستور تو ۱۴۰۰ سو سال پہلے مرتب ہو چکا ہے اور وہ قرآن ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر قائداعظم کی زیرِ صدارت ایک جلسہ عام میں نواب بہادر یار جنگ نے قائداعظم کو مخاطب کر کے پوچھا تھا کہ کیا پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو گا؟ تو قائداعظم نے جواب دیا تھا کہ بے شک پاکستان ایک اسلامی ریاست ہو گی۔

علامہ اقبال کے افکار کا مطالعہ کیا جائے تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ وہ وطنی قومیت کو اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف سمجھتے تھے۔ "وطنیت" کے عنوان سے بانگ درا میں ان کی مشہور نظم وطنی قومیت کے تصور پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ علامہ نے تصورِ وطنیت کو دورِ حاضر کا سب سے بڑا شرک قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں ؂

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

علامہ اقبال قیام پاکستان کو احیائے اسلام کا ایک بہت بڑا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الہ آباد میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ عرب امپیریلزم کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو گرد پڑ گئی تھی اس کو ہٹا کر دنیا کے سامنے اسلام کے حقیقی اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ایک صحیح تصویر پیش کر سکیں۔

مسلم لیگ اور کانگریس کے نقطہ نظر میں بھی بنیادی فرق یہی تھا کہ کانگریس کہتی تھی کہ مذہب ہر شخص کا انفرادی معاملہ ہے اور ایک ملک میں بسنے والے تمام لوگ ایک قوم ہیں خواہ ان کے مذہب جدا جدا ہوں۔ جبکہ مسلم لیگ کا مؤقف تھا کہ ہماری تہذیب' ہمارا تمدن' ہمارا مذہب' ہماری ثقافت غرضیکہ ہمارا پورا نظام زندگی ہندوؤں سے مختلف ہے اس لئے ہم یعنی مسلمان اور ہندو کبھی ایک قوم نہیں ہو سکتے۔ یہی رائے برعظیم کے تمام مسلمانوں کی تھی۔ اگر جمعیت علمائے ہند کے رہنماؤں نے کانگریس کا ساتھ دیا تھا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہندو اور مسلمان کو ایک قوم سمجھتے تھے بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم مل کر انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کر لیں تو بعد میں ہندوؤں سے نمٹنا آسان ہو گا۔ اگرچہ ان کا یہ خیال درست نہیں تھا کیونکہ ہندو کے عزائم کچھ اور تھے اس کے سینے میں مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات کا لاوا ابل رہا تھا جس کا قائداعظم نے درست اندازہ کیا تھا۔ ہندو کی تنگ نظری ہی کی بنا پر انہوں نے مسلمانوں کے لئے علیحدہ اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا تھا تاکہ مسلمان وہاں اپنے مذہب اور دین کے مطابق زندگی گزار سکیں اور نظام حکومت چلائیں۔

ان حقائق کی روشنی میں قائداعظم کی ۱۱/ اگست کی تقریر کے بعض جملوں سے یہ مراد لینا کہ وہ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے' نئی نسل کو گمراہ کرنے اور خود قائد اعظم پر بہتان طرازی اور ان کی توہین کے مترادف ہے۔

قائداعظم کی اس تقریر کی صحیح تشریح یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ پاکستان میں چونکہ مسلمان غالب اکثریت میں ہوں گے' لہٰذا خالص جمہوری اصولوں پر بھی وہ بغیر کسی رکاوٹ کے پاکستان کو ایک مثالی اسلامی ریاست بنا سکیں گے۔ قائداعظم کا یہ کہنا کہ غیر مسلموں کو اپنے مذہبی معاملات میں آزادی حاصل ہو گی' اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ تاہم ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کو ہر اعتبار سے مسلمانوں کے برابر درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ بالخصوص قانون سازی اور پالیسی making میں انہیں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

سیکولر نیشن سٹیٹ کے حامی یہ مفکرین اپنے موقف کے حق میں دلیل کے طور پر میثاق مدینہ کو بھی پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس معاہدہ میں یہودیوں سے برابری کی بنیاد پر معاہدہ کیا اور مسلمانوں اور یہود کو ایک قوم قرار دیا کہ دونوں فریقین اپنے انفرادی دشمن کے مقابلے میں مشترکہ جنگ کریں گے۔ حالانکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ محض قریش کے خلاف ایک مشترکہ دفاعی معاہدہ (Joint Defence Pact) تھا جو آپ ﷺ کی عسکری و سیاسی بصیرت کا شاہکار تھا۔ اس وقتی معاہدے کو اسلامی تعلیمات کا مستقل جزو سمجھنا کم فہمی کی دلیل ہے۔ فتح مکہ کے بعد سورۂ توبہ میں مشرکین کے ساتھ تمام سابقہ معاہدات ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں بھی طے کر دیا گیا کہ وہ اسلامی ریاست میں ایک کمتر حیثیت میں رہ سکتے ہیں اور انہیں جزیہ ادا کرنا ہو گا۔ چنانچہ میثاق مدینہ کی بنیاد پر غیر مسلموں کے ساتھ کسی وقتی معاہدے کا جواز تو نکالا جاسکتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسلم اور غیر مسلم کسی ملک میں ہر اعتبار سے ایک قوم ہو سکتے ہیں درست نہیں۔ علاوہ ازیں اس معاہدے میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں کہ "فریقین میں اختلاف کی صورت میں آخری فیصلہ اللہ اور رسولؐ کا ہو گا"۔ اس جملہ سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ یعنی دین اسلام کو فیصلہ کن برتری حاصل تھی۔

ہمارے ان دانشوروں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ پوری دنیا میں سیکولرازم کو یہودیوں نے متعارف کروایا۔ اس کے پیچھے ان کے اپنے مقاصد کار فرما تھے۔ یہود چونکہ اقلیت میں ہیں' اگر ریاست کا مذہب سے تعلق برقرار رہتا تو آج دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ لہٰذا انہوں نے اپنی بقاء کے لئے سازش کے طور پر سیکولرازم کا جال بچھایا۔ اس اعتبار سے سیکولرازم کی حمایت کرنے والے دانستہ یا نادانستہ طور پر گویا یہودی عزائم کو پورا کرنے میں ان کے آلہ کار بن رہے ہیں۔

حالات حاضرہ

حزب المجاہدین کی جانب سے عارضی جنگ بندی کے اعلان کے بعد مقبوضہ کشمیر کے حل کے ضمن میں مذاکرات کا آغاز خوش آئند ہے۔ اگرچہ معاملات ابھی پوری طرح واضح نہیں ہیں اور بھارت مذاکرات میں پاکستان کی شرکت پر بھی رضامند نہیں لیکن بالآخر اسے پاکستان کو ان مذاکرات میں شامل کرنا پڑے گا۔ مذاکرات کے اس اہم موقع پر ہندو یاتریوں کے قتل کا سانحہ انتہائی افسوسناک ہے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان مذاکرات کو ناکام بنانے کی ایک بھونڈی سازش ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس کارروائی میں مجاہدین کا ہاتھ نہیں ہو سکتا کیونکہ کشمیر کی جدوجہد آزادی کی تاریخ گواہ ہے کہ مجاہدین نے ماضی میں آج تک کوئی ایسی بزدلانہ حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ مختصراً یہ کہ ان مذاکرات کو ہر صورت آگے بڑھانا چاہئے' کسی سازش کا شکار ہو کر مذاکرات کا راستہ ترک نہ کیا جائے۔ اس ضمن میں بھارت کے ایک سابقہ وزیر داخلہ کا بھارتی ٹی وی پر ایک مذاکرے میں یہ اعتراف بھی اہم ہے کہ یہ مجاہدین کا کام نہیں بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ فاروق عبداللہ کی کارروائی ہے کیونکہ مذاکرات کی کامیابی کی صورت میں فاروق عبداللہ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

اس موقع پر جنرل پرویز مشرف کی طرف سے بھارت کو نو وار پیکٹ کی پیشکش اور فوج میں دو طرفہ کمی کی تجویز بھی لائق تحسین ہے۔ یہ پرویز مشرف کی طرف سے بھارت کے مقابلے میں ایک پرامن جارحانہ حکمت عملی Peace offence ہے جس کے نتیجے میں پوری دنیا کے سامنے کم از کم یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ پاکستان ایک امن پسند ملک ہے جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ صلح جوئی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

قارئین واحباب نوٹ فرمالیں!

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والا

[illegible] ڈاکٹر اسرار احمد

کا پروگرام

حقیقت دین

جو **Ptv World** پر ہر جمعرات کو شام ساڑھے چھ بجے نشر ہوتا ہے' اب **Ptv** چینل پر ہر اتوار صبح ساڑھے نو بجے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

ضرورت رشتہ

۴۲ سالہ مرد' معقول آمدنی' پہلی بیوی' بچے موجود' بوجوہ دوسری شادی کا خواہش مند۔ دینی مزاج کی حامل نیک صورت' نیک سیرت خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سردار اعوان' 03-5869501

افسوس! ہم نے آزادی کو نشانِ راہ کے بجائے منزل سمجھ لیا ہے

ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے سیاستدانوں کے سامنے صرف وقتی مصلحتیں ہوتی ہیں

ہماری ۵۳ سالہ سیاسی تاریخ اقتدار کی چھینا جھپٹی کی نذر ہو گئی ہے

مرزا ایوب بیگ' لاہور

ضرب المثل مشہور ہے کہ "تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے" لیکن پاکستان کی تاریخ شاید ایک پہیے پر رقم ہو رہی ہے۔ یہ پہیہ تیزی سے گھوم رہا ہے ہم بار بار ایک ہی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔

آزادی یقیناً ایک نعمت ہے اور غلامی ایک لعنت۔ ہمارے بزرگوں نے آزادی دو طاقتور دشمنوں کو شکست دے کر حاصل کی' لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم نے آزادی کو نشان راہ کی بجائے منزل سمجھ لیا۔ خوش قسمتی سے ہمارے دینی اور قومی فرائض یکجا ہو گئے اور ان میں کئی [illegible] ہم ان فرائض سے مکمل طور پر غافل ہو گئے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے جائز و ناجائز اور حلال اور حرام میں ہم نے کوئی فرق روا نہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ صفت مبارکہ ہے کہ وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا لہٰذا جہاں ہمیں دینی اور قومی لحاظ سے زبردست پسپائی اختیار کرنی پڑی' وہاں ہماری دنیا کمانے کی محنت رنگ لائی اور تقسیم ہند سے پہلے سائیکل کو حسرت سے دیکھنے والے پجارو پر سوار نظر آئے اور بہت سے کھوکھابان انڈسٹری کے مالک بن گئے لیکن یہ سب کچھ ایک ظالمانہ نظام کے تسلط سے ہوا۔ ایک ایسا نظام جس میں امیر کے لئے قانون کچھ اور غریب کے لئے کچھ اور ہوتا ہے' جس میں صاحب امر آسمانی مخلوق اور عوام کو کیڑے مکوڑے سمجھا جاتا ہے۔ جاگیرداری نظام جسے بادشاہوں اور پھر انگریزوں نے عوام الناس کی گردن دبوچنے کے لئے رائج کیا تھا' ضرورت اس امر کی تھی کہ آزادی کے فوراً بعد اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جاتا لیکن وہ اب تک اپنی بدترین شکل میں مسلط ہے۔ قصہ کوتاہ ہماری کوتاہیوں اور ذاتی مفاد کی خاطر سب کچھ تج دینے کے رذیلے نے ہمیں دلدل میں پھنسا دیا۔ اب ہم ایک قدم آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں تو دو قدم پیچھے کو آتے ہیں۔

ہم جب اپنی ۵۳ سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک ہی نوعیت کے واقعات ہمیں بار بار دہرائے جاتے محسوس ہوتے ہیں۔ اقتدار کی چھینا جھپٹی یا کم از کم اس کی شدید خواہش کے شواہد ہمیں قائداعظم کے دور ہی سے ملتے ہیں۔ جب قائداعظم زیارت میں بستر مرگ پر پڑے تھے اور لیاقت علی خان ان کی عیادت کیلئے وہاں گئے تو ان کے واپس جانے کے بعد انتہائی مضبوط روایات کے مطابق قائداعظم نے فاطمہ جناح سے مخاطب ہو کر کہا "تمہارا کیا خیال ہے یہ میری عیادت کیلئے آیا تھا' ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنے آیا تھا کہ ابھی مرا ہے یا نہیں"۔ قائداعظم کی وفات کے بعد مسلم لیگ کے نوابوں اور جاگیرداروں اور CSI کے کالے انگریزوں کے درمیان اقتدار کیلئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ کبھی چوہدری محمد علی' غلام محمد اور سکندر مرزا جیسے بیوروکریٹ زور آور ثابت ہوتے اور کبھی ناظم الدین' سہروردی اور فیروز خان نون جیسے کہنہ مشق سیاست دان حاوی نظر آ جاتے۔ یہاں تک کہ آزادی کے صرف ۱۱ سال بعد فوجیوں کے بھاری بوٹ لولی لنگڑی جمہوریت کو کچل دیتے ہیں۔ مارشل لاء بوڑھا ہوتا ہے تو نواب زادہ نصراللہ خان بحالی جمہوریت کے لئے میدان میں کود پڑتے ہیں۔ جب تحریک سے ملکی معیشت کو شدید نقصان پہنچ جاتا ہے اور قومی سلامتی کو خطرہ محسوس ہوتا ہے تو ایوب خان رخصت ہو جاتے ہیں اور جمہوریت بھٹو کو لے آتی ہے۔ سات سال بعد نوابزادہ نصراللہ اس جمہوریت کو آمریت سے بدتر قرار دیتے ہیں اور نظام مصطفیٰ کی تحریک سے جنرل ضیاء الحق برآمد ہو جاتے ہیں۔ جنرل صاحب مختلف حیلوں بہانوں سے آٹھ سال گزارنے کے بعد ۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی جمہوریت کا تحفہ قوم کو پیش کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ میں آئین میں ترمیم کا حق حاصل کرتے ہیں (حالانکہ آئین کے مطابق سپریم کورٹ کو خود آئین میں ترمیم کا اختیار نہیں) اور آئین کو آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا دیتے ہیں اور آٹھویں ترمیم کا ہتھوڑا ہاتھ میں پکڑ کر صدارتی کرسی پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن زندگی وفا نہیں کرتی اور حادثاتی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بھٹو کی پھانسی سے بے نظیر قیادت جنم لیتی ہے اور ضیاء الحق جاتے جاتے قوم کو نواز شریف بطور تحفہ دے جاتے ہیں۔

نواز شریف اور بے نظیر کے درمیان محاذ آرائی اور اقتدار کی کھینچا تانی ہماری تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے اور ہمارے ملک میں جمہوریت نے ۱۹۸۵ء سے لیکر ۱۹۹۹ء تک ایسا ننگا ناچ ناچا کہ روسو اور انقلاب فرانس کے کرتا دھرتا زندہ ہوتے تو شاید جمہوریت سے تائب ہو جاتے۔ بہرحال ۱۴ سالہ جمہوریت طیارے کے ذریعے اغواء ہوئی۔ اب پھر مسند اقتدار خاکی وردی سے ڈھانپ دی گئی ہے۔ ایک بار پھر نوابزادہ نصراللہ خان اپنی APC اور حقہ کے ساتھ میدان میں کود چکے ہیں۔

سیاست کے پرانے مہرے تو منوں مٹی تلے دب چکے ہیں یا سیاست سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن نواز شریف اور بے نظیر ابھی جوان ہیں اور سیاست میں پوری طرح سرگرم بھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک کرپشن کے الزامات سمیت ملک سے فرار ہے اور دوسرے ایسے ہی الزامات کا بوجھ لادے پس زندان ہیں۔ لہٰذا مصائب و مسائل کی یکسانیت نے پہلی بار انہیں ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ سیاست میں دوستی اور دشمنی حتمی نہیں ہوا کرتی اور سیاست دانوں کا ڈائیلاگ کیلئے ایک میز کے گرد بیٹھا جانا بھی صحت مند علامت ہے لیکن جس طرح ملک دشمنی اور غداری جیسے الزامات لگانا ایک انتہائی قدم ہے اور محب وطن سیاست دانوں کا شیوہ نہیں اسی طرح اس نوعیت کا الزامات کی صفائی کے بغیر محض تکلیف اور مصیبت کی سانجھ کی بنیاد پر باہم بغلگیر ہو جانا بھی پرلے درجے کی بے اصولی اور مفاد پرستی ہے۔ ایسے لوگ اپنی ذات اور مفاد سے آگے بڑھ کر سوچنے کی اہلیت سے عاری ہوتے ہیں۔ اگر مسلم لیگ اور میاں نواز شریف نے اعتزاز احسن پر سکھوں کی فہرستیں بھارتی حکومت کے حوالے کرنے کا الزام نہ لگایا ہوتا اور انہیں ملکی مفاد سے غداری کا مرتکب قرار نہ دیا ہوتا تو مخالف

جماعت میں ہونے کے باوجود ان کا میاں نواز شریف کا وکیل بن جانے میں کوئی حرج نہیں تھا بلکہ سیاسی لحاظ سے یہ بڑا مثبت قدم ہوتا یا کم از کم میاں نواز شریف انہیں وکیل مقرر کرنے سے پہلے ان بے ہودہ الزامات سے بری کر دیتے۔

میاں نواز شریف اور بے نظیر میں مخالفت محض سیاسی مخالفت نہیں تھی جو عام طور پر دو سیاست دانوں میں ہوتی ہے بلکہ میاں نواز شریف' بے نظیر بھٹو کو سیکورٹی رسک قرار دیتے تھے۔ کشمیر کے مسئلہ پر راجیو کے سامنے نگاہ نیچی کر لینے اور کشمیر بورڈ ہٹا لینے پر انہیں ملک اور وطن کا غدار قرار دیتے تھے لیکن جیل جاتے ہی میاں صاحب بے نظیر اور پیپلز پارٹی سے گٹھ جوڑ کی دہائی دے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ جیل جانے کے بعد ملک کی غدار اور سیکورٹی رسک خاتون سیاسی لیڈر سے تعاون پر تیار ہو گئے ہیں یا پہلے وہ سب کچھ جھوٹ بول رہے تھے اور بہتان لگا رہے تھے۔ آیا وہ اتحاد کر کے بے نظیر بھٹو کو اپنے الزامات سے بری کر رہے ہیں۔ یا حکومتی اقدام سے بچنے کیلئے ملک کے غداروں سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ بے نظیر اگر رتی بھر بھی اصول پرست ہوتیں تو وہ ایک میز پر بیٹھنے سے پہلے بلکہ کسی سیاسی رابطہ سے پہلے مطالبہ کر دیتی کہ وہ اسے اب بھی ملک دشمن سمجھتے ہیں یا اپنے الزامات واپس لیتے ہیں۔

کرپشن کے باہمی الزامات بالکل دوسری شے ہیں۔ ایسے الزامات کی صفائی عدالت میں دے کر سیاست دان باہمی تعاون کر سکتے ہیں لیکن ملک کا غدار قرار دے کر آپ ملکی معاملات میں کس منہ سے تعاون کر سکتے ہیں جب تک کہ الزامات کے غلط ہونے کا اعتراف نہ کیا جائے۔ درحقیقت یہ ہمارے ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے سیاست دانوں کے سامنے صرف وقتی معاملات اور ذاتی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ نہ وہ ماضی سے سبق حاصل کرتے ہیں اور نہ وہ قوم کے حوالے سے مستقبل کیلئے سوچتے ہیں۔ OO

دعائے صحت کی اپیل

محمد راشد معتمد دفتر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن' دماغ میں رسولی کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ رفقاء و قارئین سے دعائے صحت کی استدعا ہے۔

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۲۸ جولائی تا ۳/۱ اگست ۲۰۰۰ء

اہل تخار و بدخشاں کا طالبان کے خلاف لڑنے سے انکار

شمال مشرقی افغانستان کے صوبہ تخار و بدخشاں سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق وہاں کے باشندوں نے مسعود کے ساتھ امارت اسلامیہ کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ ہفتے مسعود کی طرف سے نامزد کردہ ایک ٹیم نے فیض آباد و تخار کا دورہ کیا جس میں انہوں نے مقامی باشندوں کو باغی مسلح گروپوں میں بھرتی کی پیشکش کی' مگر مقامی باشندوں نے طالبان کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا' مقامی باشندوں نے کہا ہے کہ طالبان کے خلاف لڑی جانے والی بے ہودہ جنگ سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ادھر مقامی علماء نے بھی لوگوں کو طالبان کے خلاف لڑنے سے منع کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ امارت اسلامیہ کے خلاف لڑنا ناجائز اور بغاوت ہے' جبکہ شریعت کی رو سے باغی کی سزا موت ہے۔

امریکی وزارتِ خارجہ کے اعلان کا کابل [illegible] سے گہرا تعلق ہے

امریکی نائب وزیر خارجہ کارل انڈر فرتھ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ افغانستان میں طالبان حکومت اس سال دسمبر تک ختم ہو جائے گی۔ مبصرین کے مطابق امریکی صدر بل کلنٹن کے دورہ بھارت اور روس اور اس کے فوراً بعد امریکی وفود کے تاجکستان اور ازبکستان کے خصوصی دوروں اور امریکی حکام کے حالیہ بیانات سے اس خیال کو تقویت مل رہی ہے کہ امریکہ' بھارت اور روس نے مشترکہ طور پر افغانستان میں طالبان حکومت کے خلاف اپنی گھناؤنی سازشوں پر عمل درآمد کا آغاز کر دیا ہے۔ ذرائع کے مطابق اس ضمن میں ایک بہت بڑا فنڈ مختص کیا گیا ہے' جبکہ امریکی ذرائع ابلاغ بھی تواتر کے ساتھ افغانستان میں حکومتی تبدیلی کے خود ساختہ اور من گھڑت موضوع کے حوالے سے بے بنیاد پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ مبصرین کے مطابق کابل میں حالیہ بم دھماکے اسی سلسلے کی کڑی ہیں اور مذکورہ بم دھماکوں سے امریکی دھمکی کا گہرا تعلق ہے۔

ہر شخص کی جان و مال محفوظ ہے' کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا

بامیان میں طالبان کی آمد کے بعد مثالی امن قائم ہوا ہے۔ بامیان کے آئی جی پولیس ملا حضرت محمد نے بتایا کہ بامیان میں تمام فرقوں کے حقوق کا برابر تحفظ کیا جا رہا ہے۔ ہر ایک کی عزت محفوظ ہو گئی ہے' یہاں کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی چوری ڈاکہ کا واقعہ پیش آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بامیان کے راستے دن رات سینکڑوں گاڑیاں مزار شریف سے کابل آتی جاتی ہیں۔ راستہ مکمل محفوظ ہے' کبھی کوئی گاڑی نہیں لوٹی گئی۔ جبکہ طالبان کی آمد سے قبل بامیان سے گزرنے والوں کو دن دہاڑے لوٹ لیا جاتا تھا' طالبان کی مضبوط گرفت کی بناء پر ایک سال میں پرامن بامیان میں کسی قسم کی کوئی بغاوت نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی طالب شہید ہوا ہے۔

طالبان نے جبری ہوائی اڈہ ختم کر کے زمین مالکان کو لوٹا دی

بامیان میں شبرپو کے مقام پر قائم ہوائی اڈہ ختم کر کے اس کی زمین مالکان میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق بامیان کے کور کمانڈر ملا عبداللہ سرحدی کے معاون ملا عبدالستار نے ضرب مؤمن کو بتایا کہ حزب وحدت کے سربراہ کریم خلیلی نے اپنے دور اقتدار میں شبرپو کے لوگوں کی زمین پر قبضہ کر کے ہوائی اڈہ بنا لیا تھا جس سے چار سو خاندان متاثر ہوئے تھے۔ طالبان کی آمد کے بعد مذکورہ جگہ کے مالکان نے مقدمات درج کرائے۔ عدالت شرعیہ نے جبراً لی گئی زمین مالکان کو واپس لوٹا دی۔

بقیہ : اداریہ

ہم یہاں ان بے بصیرت دانشوروں سے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ وہ قائداعظم کی زندگی کے آخری الفاظ کا ضرور مطالعہ کر لیں جو اس ضمن میں حرفِ آخر کا درجہ رکھتے ہیں اور جنہیں ان کے معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے مسلمانان پاکستان تک پہنچا کر بہت بڑا احسان کیا ہے —— زندگی کے آخری ایام میں جب قائداعظم کی صحت اس درجہ کمزور تھی کہ ان کے بولنے پر بھی ڈاکٹروں نے پابندی لگا دی تھی' قائداعظم پاکستان کے قیام پر اللہ کا شکر اور اپنے دلی اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اپنا یہ آخری پیغام قوم کے نام پر پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے کہ "پاکستان کا قیام اللہ کی خصوصی تائید اور اس کے رسول کے فیضان کے بغیر ممکن نہ تھا اور اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں ." —— کیا اس کے بعد بھی پاکستان کی منزل کے بارے میں کوئی دوسری رائے ممکن ہے ——؟

دو قومی نظریئے اور قیام پاکستان کے محرکات کے حوالے سے ذہنوں کو مسموم کرنے کی ایک مذموم سازش

سیکولر مزاج دانشوروں کی جانب سے حق پر باطل کی ملمع کاری کی کوشش!

ترپن سال قبل جو حالات پاکستان کے قیام کے وقت موجود تھے دو اعتبارات سے وہ کم و بیش آج بھی بدستور موجود ہیں۔ ایک عوام کی سطح پر دو سو سالہ انگریز کی غلامی کے اثرات و نتائج اور دوسرے حکومتی سطح پر انگریز کی تربیت یافتہ نوکر شاہی۔ چنانچہ ایک طرف غیرت و حمیت اور عزت نفس کی قربانی دیئے بغیر کسی بھی فرد یا گروہ کا ترقی حاصل کرنا ممکن نہیں تو دوسری طرف حکمران طبقہ کی تمام تر دلچسپیاں اپنے ذاتی اور گروہی مفادات تک محدود ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہونے اور عین اسلام ازم کی جانب پیش رفت کرنے کی بجائے پیہم بگاڑ و انتشار اور مسلسل بحرانوں کا شکار رہا۔

بہرکیف صورت حال کو جوں کا توں برقرار رکھنے میں نظام تعلیم اور میڈیا کا بہت اہم کردار ہے۔ اس پر مستزاد ہمارے جدید تعلیم یافتہ دانشور اظہار رائے و عمل کی آزادی اور معاشی ترقی کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے کا مسلسل فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ کبھی یہاں "سرخ سویرے" کا خواب دکھایا جاتا تھا۔ اب مغرب کی بالادستی اور برتری کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔

اگرچہ ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس صورتحال سے عہدہ برا ہونے کے لئے سب سے پہلے معتدبہ تعداد میں لوگوں کا یکجا ہو کر ایک منظم اور موثر طاقت کا پیدا کرنا ضروری ہے جو اس پورے نظام کو تلپٹ کرکے اسلام کے نظام عدل و قسط کو رائج کروا سکے۔ لیکن گزشتہ دنوں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ناظم اعلیٰ، قمر سعید قریشی صاحب نے اس جانب توجہ دلائی تو اس کا احساس ہوا کہ ہمیں اس دوران مذکورہ بالا طبقہ کی طرف سے جاری گمراہ کن میڈیا مہم کی حتی الامکان بھرپور مزاحمت کرنی چاہئے۔ سیکولر خیالات کے حامل دانشور تمام حقائق کو نظر انداز کرکے پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ تحریک پاکستان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا اور قائداعظم پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ ان گمراہ کن خیالات کی اشاعت میں انگریزی اخبارات بالخصوص "ڈان" پیش پیش ہے۔ محترم قمر سعید قریشی صاحب مسلسل مختلف تنظیمی رفقاء اور احباب سے رابطہ کر رہے ہیں، اس دوران انہوں نے روزنامہ ڈان اور دی نیوز میں شائع ہونے والے بعض مضامین کے جواب میں مضامین اور خطوط بھی بھجوائے ہیں، جن میں سے اگرچہ ایک دو خطوط ہی شائع ہوئے لیکن ہمارے اندر مزاحمت کا ایک احساس ضرور پیدا ہوا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی خود بھی اس کام میں دلچسپی لے رہے ہیں اور انہوں نے امرائے حلقہ جات کو بھی اس مہم میں حصہ لینے کی ہدایت کی ہے۔

ہم رفقاء تنظیم اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام سے دلچسپی رکھنے والے احباب سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ اخبارات میں شائع ہونے والے نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کی نفی پر مبنی مضامین اور آراء کا نوٹس لیں اور جو حضرات صلاحیت رکھتے ہوں وہ اس گمراہ کن پروپیگنڈے کے جواب میں مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع کروائیں۔ تاکہ اس قلمی جہاد کو آگے بڑھایا جاسکے۔ ایسے حضرات اپنے مضامین کی نقول بھجوائیں یا کسی اخبار میں شائع ہونے پر اس اخبار کی تاریخ سے ہمیں ضرور مطلع کرتے رہیں۔ تاہم جو حضرات خود جواب نہ دے سکیں اور ان کے علم میں ایسی کوئی بات آئے تو وہ کم از کم ہمیں اس مضمون یا خط کے بارے میں مطلع ضرور کردیں تاکہ مرکزی انجمن خدام القرآن کی طرف سے اس کے تدارک کا سامان کیا جاسکے۔ علاوہ ازیں ہم ان جوابی مضامین کو جو مرکزی انجمن کی طرف سے لکھے گئے یا قارئین و رفقاء کی طرف سے لکھے جائیں گے 'ندائے خلافت' میں گاہے بگاہے شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔ اس سلسلے میں اخبارات کو ارسال کیا گیا ایک خط ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے جو ۲۷ جون کے "DAWN" میں شائع ہوا۔

GENESIS OF PAKISTAN

While discussing education and Quid's role in his columns- "Misguided Zeal" and "The Sole Statesman" (Dawn June 11 & 18) Mr. Ardeshir Cowasjee's interpretation of bigotry and genesis of Pakistan appears to be one sided. Similarly, his prejudice against Preachers is also uncalled for. For us, however, preaching has nothing incompatible with teaching as the most eminent preacher ever, prophet Muhammad (SAW) was a teacher as well.

Mr. Cowasjee, being a candid secularist, can not be blamed for his misconception regarding the genesis of Pakistan in a scenario, where a majority of even so-called Muslim intellectuals take it to be a haven from political and financial exploitation by Hindu majority. But is there anything more bigotry than focussing on the Quid's speech of 11th August leaving aside all his other speeches and documentary proof which indicates that the emergence of Pakistan was part of a divine scheme of complete sovereignty of "Deen-e-Haq" i.e. Islam, not only in South Asia but also in the entire world. Everybody is free to believe anything, but a true Muslim does believe only the words of Allah (SWT) Who sent His last Prophet for the domination of Islam at the global level as reiterated in the Holy Qur'an at several places. The Prophet Muhammad (SAW) also gave his word that a time will come, when "Deen-e-Haq" shall prevail the entire globe. The terms like ***Jihad*** and ***zimmi*** is rediculed and badly represented because the scope and mechanics for rehabilitation of the institution of Khilafah is not given proper place in the english media and discussed at intellectual level.

No doubt, the present Muslim Community, throughout the world, is so divided and miserably dependant upon secular west that the subject of Muslims' attaining self-respect and identity cannot even be imagined. But this should, instead of dampening our spirits, act as a gadfly and accelerate our march to the goal.

Mr. Cowasjee may rejoice over extra-curricular activities of the generals and mullas, but I am still confident that if these self appointed champions of Deen and well-wisher of the country may even go to sleep, the ever awake Allah's Will shall be accomplished over His earth, provided our struggle is persistent and hard enough for the mission ahead.

(QAMAR SAEED QURESHI)

آپ کے بیان کی تردید میں ہم اگر کوئی تیز و تند بیان اخبارات کو جاری کرتے تو وہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے!

محترم ڈاکٹر اسرار احمد پر یہ الزام کہ انہوں نے جہاد کشمیر سے مالی فائدے اٹھائے سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے

آپ کو ڈاکٹر صاحب سے اختلاف رائے کا حق ہے' لیکن خدارا دیانت و متانت کا دامن تو ہاتھ سے نہ چھوڑیئے!

مسئلہ کشمیر پر امیر تنظیم کے موقف کے بارے میں جیش محمدؐ کے ناظم اعلیٰ کے ایک اخباری بیان پر مولانا مسعود اظہر کو لکھا گیا احتجاجی مراسلہ

روزنامہ خبریں (۶/اگست ۲۰۰۰ء) میں شائع ہونے والے جیش محمد کے ذمہ داران کا بیان

اسلام آباد (این این آئی) جہادی تحریک جیش محمدؐ کے رہنماؤں نے تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد کے حالیہ بیانات پر شدید رد عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ڈاکٹر اسرار جہاد کشمیر کے خلاف ایڈوانی کا کردار ادا کرنے سے باز رہیں۔ جیش محمدؐ جموں و کشمیر کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالجبار' مرکزی رہنما قاری محمد صادق اور جمعیت علمائے اسلام کے ناظم مولانا قاضی محمود الحسن اشرف نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ جہاد کشمیر کی شرعی حیثیت دنیائے اسلام کے ممتاز مفتی صاحبان کے فتوؤں سے واضح ہے۔ ڈاکٹر اسرار اپنی دانست میں مفسر قرآن کہلاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن قاسم ایک بنت اسلام کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے آئے جبکہ آج کشمیر میں ہزاروں بہنوں کی عزتیں محفوظ نہیں' مسلمانوں کی املاک لوٹی جا رہی ہیں' ہندوستان کی ہزاروں مساجد کو بند کر دیا گیا ایسے حالات میں قرآن مجید واضح طور پر قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خود ڈاکٹر اسرار نے جہاد کشمیر کے نام پر کئی فوائد حاصل کئے۔

محترم مولانا محمد مسعود اظہر صاحب' امیر جیش محمد ﷺ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ ہم آپ کے جذبہ جہاد اور دین کے لئے دی گئی قربانیوں کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور غلبہ و اقامت دین کے لئے سرگرم تمام افراد اور جماعتوں کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔

اس عریضے کا مقصد آپ کی توجہ جیش محمد ﷺ کے بعض ذمہ داران کی طرف سے اخبارات کو جاری کئے جانے والے ایک بیان کی طرف دلانا ہے' جس میں انہوں نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے مسئلہ کشمیر' حزب المجاہدین کی طرف سے جنگ بندی اور اس ضمن میں شروع ہونے والے حالیہ مذاکرات کے بارے میں موقف پر انتہائی ناروا انداز میں تنقید کی ہے اور شدت مخالفت میں یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ "امیر تنظیم نے جہاد کشمیر سے کئی فوائد حاصل کئے ہیں"۔

اس بے بنیاد الزام کو اگر اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ الزام اس درجے خلاف واقعہ اور بعید از حقیقت ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کے بدترین مخالفوں نے بھی کبھی اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کی۔ افسوس کہ اس بہتان طرازی کا "شرف" ان افراد کو حاصل ہوا جن کا شمار طبقہ علماء میں ہوتا ہے اور جو جہاد کے علمبردار ہیں۔

سیدھی سی بات ہے کہ اگر یہ الزام ناواقفیت کی بنا پر دیا گیا ہے تو یہ غیر ذمہ داری کی بدترین مثال ہے جس کا رجال دین سے صدور اس کی سنگینی میں بھی دس گنا اضافہ کا موجب ہے اور اگر یہ دانستہ جانتے بوجھتے دیا گیا ہے تو یہ کھلا بہتان اور صریح جھوٹ ہے۔ اگر آپ کے ذمہ داران کے اس بیان کی تردید میں ہم کوئی تیز و تند بیان اخبارات کو ارسال کرتے تو وہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے کیونکہ اخبارات تو رجال دین کے اختلافات کو نمایاں کرنے میں انتہائی مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ ذوق مطالعہ کے بگاڑ کے باعث ایسی چٹ پٹی خبریں عوام میں زیادہ شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ہماری طرف سے شائع ہونے والے کسی سخت تردیدی بیان کے ذریعے رجال دین کے اس غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کی نشاندہی ہوتی جس میں از روئے حدیث بغیر تصدیق کئے کسی بات کو بیان کرنا جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسی صورت میں اصل نقصان دین اور اس کے لئے کی جانے والی اجتماعی کوششوں ہی کا ہوتا۔

مولانا محترم! آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب گزشتہ کم و بیش دس پندرہ برس سے اس رائے کے حامی ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ دو طرفہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جانا چاہئے اور اسے تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر حل کرنے کی جانب توجہ دی جانی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک امریکہ کو اس معاملے میں ثالث ماننا بھی خلاف مصلحت ہو گا کہ کشمیر پر خود امریکہ کی نیت میں فتور آچکا ہے اور وہ وادی کشمیر کو اسرائیل کی طرز کا امریکی اڈا بنانے کے چکر میں ہے ـــــ اسی طرح جہاد کشمیر کے ضمن میں امیر تنظیم کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ اگر کشمیر میں جدوجہد آزادی کے لئے گوریلا طرز کی جنگی کارروائیوں کے بجائے مسلمانان کشمیر حکومت کے خلاف پرامن' بھرپور احتجاجی تحریک چلاتے تو اس "کاز" کو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے' کیونکہ اس صورت میں اگر انڈیا نہتے مظاہرین پر تشدد کرتا تو وہ بلاجواز ہوتا اور پوری دنیا کی حمایت کشمیر کی جدوجہد آزادی کو حاصل ہوتی۔ جبکہ اس نوع کی گوریلا کارروائیوں کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔ انڈیا کو اس بات کا جواز حاصل ہو گیا کہ وہ مجاہدین کو پوری دنیا میں دہشت گرد کے روپ میں پیش کرے' مزید برآں اس قسم کی کارروائیاں کرنے والے حضرات تو حملہ کر کے روپوش ہو جاتے ہیں جبکہ بھارتی فوجی درندے اس علاقے کے جوانوں کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں' مجاہدین کی تلاش میں گھر گھر تلاشی لیتے ہیں اور اکثر اوقات خواتین کی عصمت دری سے بھی نہیں چوکتے۔ جو یقیناً مجاہدین ہی کی اس کارروائی کا جواب ہوتی ہے۔ اگر اس کاز کے لئے مجاہدین کشمیر پرامن احتجاجی تحریک شروع کریں' خود گولیاں کھائیں مگر کسی پر ہاتھ نہ اٹھائیں تو جیسے ایران میں ایسی جدوجہد کرنے والوں کو کامیابی ہوئی' ان شاء اللہ کشمیریوں کی جدوجہد آزادی بھی نتیجہ خیز ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ سوچی سمجھی دیانتدارانہ رائے ہے جسے وہ بلاخوف لومۃ لائم ہر دور میں بیان کرتے رہے ہیں۔ جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں اسے بیان کرنے میں وہ کسی وقتی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیتے۔ آپ کو ڈاکٹر

صاحب کی اس رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ تاہم جس طرح ڈاکٹر صاحب نے اپنی رائے کو مدلل انداز میں متعدد بار پیش کیا ہے' آڈیو کیسٹ میں بھی یہ چیزیں محفوظ ہیں اور "میثاق" میں طبع شدہ مفصل مواد بھی موجود ہے' اسی طرح اگر آپ کو اس رائے سے اختلاف کرنا ہو تو دلائل کی بنیاد پر کیجئے اور دیانت کے ساتھ ساتھ متانت کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیئے کہ یہی تو علماء اور رجال دین کا اصل اثاثہ ہے۔

آپ جہاد کشمیر سے فائدہ اٹھانے کی بات کرتے ہیں' ڈاکٹر صاحب نے تو یہ جانتے ہوئے بھی کہ رائے عامہ کی شدید مخالفت مول لینا پڑے گی' جہاد کشمیر کے بارے میں اپنے موقف کو کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ببانگ دہل بیان کیا۔ حق گوئی کے ضمن میں انہوں نے کبھی "لومۃ لائم" کی پرواہ نہیں کی۔ آپ کے اس بے بنیاد الزام کے جواب میں ہمارے لئے اطمینان کی یہی ایک بات کافی ہے کہ اللہ کے ہاں ہمارا حق دادرسی محفوظ ہے۔ ہاں آپ کی جانب سے اس کا تردیدی بیان اس کے ازالے کا موجب بن سکتا ہے۔

امید ہے جیش محمد ﷺ سے منسلک علمائے کرام اپنے اعلیٰ منصب کے تقاضوں کا خیال فرمائیں گے اور آئندہ ایسے غیر ذمہ دارانہ بیانات سے اجتناب فرمائیں گے جو رجال دین کی جگ ہنسائی اور دین کے استخفاف کا ذریعہ بنتے ہوں۔

فقط والسلام

دعاگو و دعاجو

حافظ عاکف سعید

نائب امیر تنظیم اسلامی

قائد اعظم کا یہ ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مٹ جانے یا ہندو کا غلام ہونے سے بچالیا۔ ہم پاکستانیوں کے لئے' ہماری آنے والی نسلوں کے لئے نظریہ پاکستان' تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ اہمیت کے آخری رجے تک اہم ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے آزاد وطن میں محکوم بن کر زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستانی عوام کی اکثریت صبح سویرے روزی روٹی کی تلاش میں نکلتی ہے اور شام ڈھلے واپس آتی ہے۔ ان کے بچے بنیادی تعلیم سے محروم ہیں۔ اور حکمرانوں کے بچے امریکہ' برطانیہ اور دبئی کے اسکولوں میں تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اب بھلا یہ ایسا محکوم طبقہ جو کیڑوں والا پانی چھان کر پیتا ہو اس کو وطن عزیز کی حکمرانی کیسے مل سکتی ہے' ہاں قربانی جتنی چاہیں دیتے رہیں۔

تو معزز قارئین ایسا ہے کہ اب پھر "یوم آزادی" منایا جائے گا' جلسے ہوں گے' جلوس نکلیں گے حکمرانوں کے بیانات —— جی ہاں وہی پاکستان کے ۱۴ کروڑ عوام کو پاکستان کا مالک بنانے کے جھوٹے بیانات شائع ہوں گے' قائد اعظم کے مزار پر پھول چڑھائے جائیں گے' سلامی دی جائے گی' یہ وہی قائد اعظم ہیں جنہوں نے مسلمانان ہند کو ایک ایسے پاکستان ایک ایسے وطن کا خواب دکھایا تھا جس میں عدل و انصاف کی حکومت ہونی تھی جس کو اسلام کا قلعہ بننا تھا جس میں لوگوں کی جانیں محفوظ رہتیں۔ کیا ایسا ہوا؟ کیا کرپٹ بیورو کریٹ' سیاستدانوں' وڈیروں جاگیرداروں' بے نظیروں' زرداریوں اور شریفوں سے پاکستان پاک ہوا؟ کیا ملک میں امن ہوا؟ کیا لوگوں کو سستی تعلیم' سستا علاج' سستا انصاف ملا؟ اور کیا پاکستان کے عوام کو ان کی قربانیوں کے صلے میں اقتدار ملا؟ نہیں! ایسا اس لئے ہوا کیونکہ پاکستان ابھی "آزاد" نہیں ہوا۔ لہٰذا آج ۱۴/اگست ہے حکمرانو! آج پاکستان کو آزاد کر دو اب اسے کھلی ہوا میں سانس لینے دو۔

قرآن کالج
آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5833637 فیکس: 5834000

عصری ضرورتوں اور دینی تقاضوں کے مطابق ایک مثالی درس گاہ

Regular Classes for
I.C.S / I.Com. / F.A (Arts and Gen.Sc) / B.A

2nd List Applications: Aug. 24 Interview: Aug. 25

☆ غیر تجارتی بنیادوں پر قائم واحد ادارہ ☆ جدید سہولتوں سے مزین کشادہ بلڈنگ ☆ جدید ترین لیب میں کمپیوٹر کی لازمی تعلیم ☆ ماہر اور تجربہ کار فیکلٹی ☆ ہاسٹل کی سہولت ☆ تعلیمات قرآنی اور ابتدائی عربی گرامر کی اضافی تدریس

قرآن کالج فار گرلز (K-433' ماڈل ٹاؤن) میں بھی FA سال اول میں داخلے جاری ہیں' (فون ناظم کالج: 5869501)

ذہین اور مستحق طلبہ و طالبات کے لئے سکالرشپ کی سہولت موجود ہے

سرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد زیر اہتمام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

میں داخلوں کے لئے طالبانِ علم قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں:

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 26 اگست ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31/ اگست کو قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوں گے۔ (داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہ راست انٹرویو میں شریک کیا جاسکے گا)
- کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہو جائے گا۔ پراسپیکٹس کے لئے رابطہ کریں۔

ناظم قرآن کالج' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور (فون: 5869501-03)

بقیہ: لمحۂ فکریہ

کر سکے۔ افسوس کہ کوئی ایک بھی حکمران ایسا نہ آسکا کہ قوم جس کو قائد اعظم ثانی پکار سکتی۔ اقتدار کے نشے میں ان کے ذہنوں کو ماؤف کر دیا اور اندھے اور بہرے پن کا شکار ہو کر انہوں نے پاکستان کی اس نسل کے ہاتھوں میں جس کے لئے قائد اعظم نے کہا تھا کہ آپ میں کئی جناح پیدا ہوں گے کتابوں کے بجائے ہتھیار تھمادئے اور ذہنوں میں تعمیر کے بجائے تخریب بھر دی۔

زندہ قومیں دنیا بھر میں اپنے سفارت خانوں کو ایک ملک کے تعارف کے لئے استعمال کرتی ہیں تو دوسری طرف اہل ملک کے لئے ان سفارت خانوں کو رابطہ بنا دیتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہمارے سفارت خانے اسلام اور نظریۂ پاکستان کا پرچار کرتے لیکن بدقسمتی ہے کہ ہمارے سفارتی مشیر اپنی نجی محفلوں میں اکثر یہ سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ "قائد اعظم نے پاکستان کیوں بنایا تھا؟"..... "پاکستان کی تخلیق ایک غلطی کے سوا کچھ نہیں"..... وغیرہ! اب انہیں کون سمجھائے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو برصغیر کے مسلمانوں کا وہی حشر ہوتا جو یوگوسلاویہ کے بوسنیا میں مسلمانوں کا ہوا۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

اُسرہ واہ کینٹ کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی اُسرہ واہ کینٹ کے زیرِ اہتمام ماہانہ دعوتی پروگرام یعنی درس قرآن ہر دوسرے اتوار کو بعد نماز مغرب مبتدی رفیق تنظیم جناب مشتاق حسین صاحب کی رہائش واقع ۲۶ اریا گدوال میں بنام برائیٹ فیوچر سائنس اکیڈمی کے پرنسپل آفس میں ہو رہے ہیں۔ جناب مشتاق حسین خود بھی شعبہ تعلیم و تدریس سے منسلک ہیں۔ یہاں ہمارے سینئر ساتھی و ملتزم رفیق جناب شفاء اللہ صاحب منتخب نصاب کا درس دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ۵ دروس ہو چکے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ اتوار سورۃ حٰم السجدہ کی ۷ آیات اور سورۃ یونس کی ۳ آیات پر تفصیلی درس دیا۔ اس درس میں شرکاء کی تعداد ۵۰ سے تجاوز کر جاتی ہے جو کہ بڑی دل جمعی سے درس سنتے ہیں۔

مزید برآں جناب شفاء اللہ صاحب نے ماہ ربیع الاول میں حضور ﷺ کے مقصد بعثت کی نسبت سے سورۃ الصف، سورۃ الشوریٰ اور خصوصی احادیث کو موضوع گفتگو بنا کر واہ کینٹ کے مختلف ۴ مقامات پر درس دیا۔ جن میں سے ایک درس مشتاق صاحب کے گھر، دوسرا درس شاہ ولی میں جناب صفدر صاحب کے گھر، تیسرا درس ۷/اریا جامع جماعت اسلامی کے رکن قاضی نسیم صاحب کے گھر چوتھا درس نواب آباد کے قریب مسرت برائے خواتین میں دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے۔

دورہ ترجمہ قرآن کی کلاس :

ماہ جولائی کے پہلے ہفتہ سے ہر منگل اور بدھ کو بعد نماز عشاء رفیق تنظیم محمد جمیل صاحب کی رہائش گاہ واقع سرسید کالونی ۷/۲ اریا گدوال میں جناب شفاء اللہ صاحب نے دورہ ترجمہ قرآن کلاس کا آغاز کیا ہے۔ اس کا آغاز سورۃ الفاتحہ، سورۃ الواقعہ، سورۃ الحدید، سورۃ المجادلہ سے ہوا۔ گزشتہ منگل یعنی یکم اگست کو ۲۸ ویں پارہ میں سورہ الشوریٰ کا تفصیلی ترجمہ پیش کیا جس سے تمام رفقا بہت ہی محظوظ ہوئے۔ تعداد شرکاء و رفقاء ۸ تک ہو جاتی ہے۔

شفاءاللہ صاحب کا خصوصی درس :

جمعرات ۲۷/جولائی المرکز تحریک محنت واقع جی ٹی روڈ کی مجلس مشاورت نے جناب شفاء اللہ صاحب کو جماعتی زندگی میں مشاورت کی اہمیت پر درس دینے کی فرمائش کی جس کو انہوں نے قبول فرما لیا۔ آپ نے وہاں بعد نماز مغرب سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۹ اور سورۃ الشوریٰ کی آیت ۳۸ کے حوالہ سے متعلقہ موضوع پر تفصیل سے درس دیا اور ارکان مشاورت پر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ جس کو شرکاء نے بہت سراہا۔ (رپورٹ : محمد سلیم صدیقی)

اُسرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا سہ روزہ دعوتی و تبلیغی پروگرام

دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد کے فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اُسرہ ٹوبہ کے زیرِ اہتمام ہر ماہ ایک سہ روزہ دعوتی و تبلیغی پروگرام ترتیب دیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام امیر حلقہ پنجاب وسطی محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کے دروس پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کا انعقاد ہر انگریزی مہینہ کے تیسرے جمعہ سے اتوار تک ہوتا ہے۔ اس بار ماہ جولائی میں ۲۱ تاریخ کو اس کا آغاز مسجد قاسمیہ فیض کالونی میں خطاب جمعہ سے ہوا۔ انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات کے حوالے سے عبادت رب کے موضوع پر نہایت موثر انداز میں خطاب فرمایا۔ آپ نے واضح کیا کہ اللہ کی عبادت کا مفہوم اس ذات باری تعالیٰ کے تمام احکامات کو پوری زندگی میں ماننے کا نام ہے۔ مسجد میں عوام الناس کے علاوہ ایک خاصی تعداد انتظامیہ کے افسران کی بھی موجود تھی۔ فاروقی صاحب کا یہ خطاب سو سے زائد افراد نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ نماز عصر کے بعد الہدیٰ لائبریری میں رفقاء کے لئے تربیتی پروگرام ہوا۔ جس میں رفقاء نے امیر حلقہ کی موجودگی میں ترجمہ کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ پھر محمد نواز صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ امیر حلقہ نے رفقاء کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں کچھ ضروری ہدایات دیں۔ نماز مغرب کے بعد ویڈیو کیسٹ کے ذریعے رفقاء اور چند دیگر احباب نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک خطاب کی سماعت کی۔

۲۲ جولائی بروز ہفتہ نماز فجر کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج کی مسجد میں فاروقی صاحب نے سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ کا درس دیا۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا حکم دیا ہے اور تین امور سے روکا ہے۔ تین کام جو کرنے چاہئیں وہ ہیں : عدل، احسان اور قرابت داروں سے حسن سلوک، اور جن تین باتوں سے روکا گیا ہے وہ ہیں : بے حیائی، منکرات اور ظلم و زیادتی۔ صبح ۹ بجے سے نماز ظہر تک امیر حلقہ الہدیٰ لائبریری میں موجود رہے۔ اس دوران مختلف افراد آتے رہے اور سوال و جواب کے ذریعے بعض دینی امور زیر بحث رہے۔ نماز عصر کے بعد ڈان پبلک سکول ستارہ کالونی میں سورۃ روم کے پانچویں رکوع کے حوالے سے درس قرآن ہوا۔ محترم فاروقی صاحب نے بتایا کہ لوگوں کے غلط اعمال اور ظلم و شرک کی وجہ سے اس زمین پر فساد برپا ہوتا ہے۔ ایسے خراب حالات میں نجات کا واحد راستہ کتاب ہدایت یعنی قرآن حکیم سے مضبوط تعلق قائم کرنا ہے۔ مقامی آبادی کے تقریباً بیس احباب نے اس درس کو سنا۔ نماز مغرب کے بعد دعوت و تبلیغ کا پروگرام ایک نواحی گاؤں پلدثور میں تھا۔ وہاں نماز عشاء کے بعد درس قرآن ہوا۔ گاؤں کے تقریباً ۳۵ احباب نے اس درس سے استفادہ کیا۔

۲۳ جولائی بروز اتوار دعوت و تبلیغ کا آغاز محلہ اقبال نگر کی جامع مسجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن سے ہوا۔ اس مسجد میں یہ ماہانہ درس باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ اس دفعہ سورۃ کہف کے دوسرے رکوع پر گفتگو ہوئی۔ فاروقی صاحب نے وضاحت فرمائی کہ کس طرح چند نوجوان اپنے ایمان کو بچانے کیلئے گھر بار چھوڑ کر غار میں جا چھپے اور اللہ تعالیٰ نے کئی سو سال تک انہیں سلائے رکھا۔ پھر اس وقت جگایا جب حالات بدل چکے تھے اور حکومت وقت اللہ کے دین پر قائم تھی۔

انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کی ان سہ روزہ مصروفیات کا آخری پروگرام ان کے خصوصی خطاب پر مشتمل تھا جو رفیق تنظیم محمد نواز صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا۔ امیر حلقہ محترم فاروقی صاحب نے فرمایا کہ اقامت دین کی جدوجہد ایک فریضہ ہے جسے ادا کرنے کی ہر مسلمان کو فکر ہونی چاہئے۔ اور یہ کام کسی جماعت میں شمولیت کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کام کیلئے کسی ایک جماعت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم کوئی بھی ایسی دینی جماعت جو اسلامی انقلاب لانے کا پروگرام رکھتی ہو اس میں شمولیت کر کے اس دینی فریضہ کی ادائیگی کی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے تنظیم اسلامی کا ایک مختصر تعارف بھی پیش کیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے دورانیہ پر مشتمل اس خطاب کو کم و بیش تیس احباب نے سنا۔ بعد ازاں چائے سے شرکاء کی تواضع کی گئی اور یہ سہ روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینی فرائض کو کماحقہ ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

(رپورٹ : پروفیسر خلیل الرحمٰن)

رنگلہ آزاد کشمیر میں شب بسری کا پروگرام

تخلیق آدم کے وقت جب اللہ رب العزت نے اپنے پروگرام سے فرشتوں کا آگاہ کیا تو جواباً فرشتوں نے کہا کہ ہم نے آپ کی تسبیح و تقدیس کے لئے کافی ہیں۔ کیا آپ ایسی مخلوق کو خلق کرنا چاہتے ہیں جو زمین کے اندر فتنہ و فساد برپا کرے گی۔ اللہ پاک نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔ جب نفس کی آلائشوں سے مزین گوشت پوست کا انسان اپنی حوائج سے فارغ ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا جب کسی ایسی مجلس میں شرکت کرتا ہے جس میں رب ذوالجلال کی تسبیح و تقدیس بیان کی جاتی ہے تو رب کائنات فرشتوں کے سامنے فخریہ انداز میں ایسی محفل ایسے فرد کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ جس مخلوق کی تخلیق میں معترض تھے ذرا اس سے دیکھ تو سہی۔ اسی طرح کی ایک محفل رفیق محترم جناب راجہ تاج افسر خان صاحب

کے گھر میں منعقد کرنے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ پروگرام کے مطابق مورخہ ۳۰ جولائی جناب راجہ تاج افسر خان کے مکان' رنگلہ آزاد کشمیر میں شب بسری کا آغاز نماز عصر سے ہوا۔ شب بسری کی اطلاع کے لئے تاج افسر خان اور راقم نے جملہ رفقاء و احباب کے گھروں میں جا کر انہیں دعوت دی۔ موسم کی خرابی کے باعث رفقاء و احباب کے گھروں میں جا کر انہیں دعوت دی۔ موسم کی خرابی کے باعث رفقاء و احباب تاخیر سے پہنچے جس کے باعث عصر سے مغرب تک کا پروگرام منعقد نہ ہو سکا۔ بعد نماز مغرب تاج افسر خان صاحب نے درس قرآن دیا جس کا عنوان "انسانی زندگی کا مقصد" تھا۔ انہوں نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ میں سے منتخب آیات کو درس کا موضوع بنایا۔

درس قرآن کے بعد نصف گھنٹہ کے لئے "فرائض دینی کا جامع تصور" کے عنوان سے خطاب تھا۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی۔ چونکہ اکثر شرکاء کا تعلق تنظیم سے تھا جن کے سامنے ایسے موضوع پر گفتگو کرنا جس کو بارہا مرتبہ امیر محترم سے اور پھر دوسرے اکابر رفقاء سے سنا ہو انتہائی مشکل تھا۔ تاہم تذکیر کے طور پر رفقاء اور احباب کے سامنے دینی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا۔ ٹھیک ۹ بجے عشاء کی نماز کے لئے وقفہ کیا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا گیا۔

عشاء کی نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد دس بجے دوبارہ پروگرام کا آغاز کیا گیا۔ دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک امیر محترم کا درس سورہ حدید کا سماعت کیا گیا (بذریعہ کیسٹ) بعد ازاں ساڑھے دس بجے سے بارہ بجے تک ایک [illegible] جس کا موضوع تھا "جماعتی زندگی کیوں ضروری ہے" اس میں جملہ شرکاء سے گفتگو کی۔ آغاز میں حافظ عارف ربانی صاحب جو نظریاتی طور پر علماء کی تحریک سے منسلک ہیں نے بڑے اچھے انداز میں جماعتی زندگی کی اہمیت کو بیان کیا۔ انہوں نے اقامت دین میں رکاوٹ کی وجوہات کو بھی احسن طریقہ سے وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ مختلف جماعتیں مختلف انداز میں کام کر رہی ہیں۔ جب تک کسی بھی تحریک یا تنظیم میں جملہ جماعتوں کی خصوصیات شامل نہیں ہوں گی تو وہ تحریک یا تنظیم اقامت دین کی جدوجہد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بزرگ رفیق جناب محترم راجہ اکرم خان صاحب جو ناسازی طبع کے باعث آخر وقت تک جم کر بیٹھے رہے نے بھی جماعتی زندگی کی اہمیت کو احسن طریقہ سے بیان کیا۔ نوجوان ساتھی راجہ ظفر اقبال جو نظریاتی طور پر اسلامی جمعیت سے وابستہ ہیں نے بھی جماعتی زندگی کے بغیر زندگی کو عبث قرار دیا۔

جملہ شرکاء اس بات پر متفق پائے گئے کہ کسی بھی تعمیر یا تخریب کے لئے کسی بھی ہیئت اجتماعیت کی ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی ایسی تحریک سے وابستہ ہوا جائے جو غلبۂ دین کی جدوجہد میں مصروف ہو۔ ۱۲ بجے سے ساڑھے تین بجے تک رفقاء کو سونے کے لئے وقت دیا گیا۔ ساڑھے تین سے سوا چار بجے تک انفرادی نوافل تلاوت کلام کے لئے رفقاء کو نیند سے بیدار کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا گیا۔ درس قرآن کے بعد یہ بابرکت محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ رفقاء کے جذبہ کو جلا بخشنے کے لئے ایسی محافل کو تسلسل کے ساتھ منعقد کیا جانا چاہئے۔ (رپورٹ : راجہ محمد جاوید خان)

مولانا عبیداللہ کے بیان پر
امیر حلقہ سندھ زریں کا ردعمل

امیر تنظیم اسلامی سندھ زریں محمد نسیم الدین نے جمعیت علماء سندھ کے صدر مولانا عبیداللہ بھٹو کے اس بیان پر جس میں انہوں نے پاکستان کو سیکولر ملک قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے' ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب تک تو مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اساس کو متنازعہ بنانے کی کوشش ان کی طرف سے ہو رہی تھیں جن کی آنکھوں پر سیکولر سوچ کی پٹی بندھی ہوئی ہے لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ علماء کے کسی طبقہ کی جانب سے یہ کوشش کی گئی ہے جن کے قلوب اسلام کی روشنی سے منور ہیں انہوں نے کہا کہ اس سے مملکت کی نظریاتی اساس کے خلاف سازش کی ایک نئی جہت سامنے آئی ہے ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان سب نے قائداعظم کی ۱۱ اگست والی تقریر پر مورچہ لگائے رکھا ہے اور ان کے اسلام کو پاکستان کی منزل قرار دینے والے اس سے قبل اور بعد کے بیانات کو نظرانداز کر رکھا ہے اگر وطن عزیز میں بدقسمتی سے اسلامی شریعت نافذ نہ ہو سکی تو اس کی سب سے بڑی ذمہ داری علمائے کرام پر عائد ہوتی ہے جو امت کی رہنمائی کے منصب پر فائز ہیں۔

مبتدی و ملتزم تربیت گاہ از ۲۳ تا ۲۹ جولائی ۲۰۰۰ء میں ایک رفیق کے تاثرات

مبتدی و ملتزم رفقاء کی تربیت کے لئے ایک ہفتہ کی تربیت گاہ ۲۳ تا ۲۹ جولائی میاندم (سوات) میں حلقہ سرحد شمالی کے زیراہتمام منعقد ہوئی۔ اس تربیت گاہ میں ۱۲۲ سے زائد رفقاء (مبتدی' ملتزم اور احباب) نے شرکت کی۔ اس دور افتادہ مقام پر اتنے رفقاء کا علم دین کے حصول کے لئے اکٹھے ہونا انتہائی خوش آئندہ بات ہے۔

اس تربیت گاہ کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں باجوڑ دیر سے لے کر ہارون آباد اور جام شورو تک کے رفقاء نے شرکت کی۔ میاندم گو ایک صحت افزا مقام ہے' مگر بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ باوجود تمام مشکلات کے امیر حلقہ سرحد شمالی جناب اطہر بختیار خلجی صاحب اور ان کے معاون جناب قاضی فضل حکیم صاحب کی انتھک محنت نے اس تربیت گاہ کے انتظام کو ایک مثالی تربیت گاہ بنا دیا۔ ان دونوں اصحاب نے نامساعد حالات کے باوجود صحیح معنوں میں بہترین انتظامی امور سرانجام دیئے۔

تربیت گاہ میں غلبہ دین کے تصور کو واضح کرنے کے لئے تربیت کا طریقہ کار انتہائی موثر تھا۔ دین اور اس کی اصل روح کیا ہے؟ اس کا واضح تصور تربیت گاہ میں شرکت کے بعد ہی معلوم ہوا۔ تربیت گاہ کا نظم مثالی تھا۔ ۱۲۲ افراد کے جائے حاجت کیلئے چند باتھ روم تھے' مگر رفقاء نے کہیں بھی ان کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ حالانکہ دنیاوی کاموں یا ذاتی اغراض کے اجتماعات میں ایسی صورت میں دھینگا مشتی ایک عام سی بات ہے۔

ناظم تربیت گاہ جناب رحمت اللہ بٹر صاحب کی پیرانہ سالی کے باوجود محنت' لگن اور محبت ایک مثال تھی۔ تہجد کی نماز کیلئے موصوف کا صبح ۳ بجے سے پہلے خود اٹھنا اور پھر ساری تربیت گاہ کے شرکاء کو بیدار کرنا انہوں نے اپنی ذمہ داری میں شامل کیا ہوا تھا۔ تہجد کے بعد اور نماز فجر سے پہلے مسنون دعاؤں کو زبانی یاد کرانے اور ان کے معانی (ترجمہ) کو ازبر کرانے کا بہترین طریقہ اپنایا گیا کہ معمولات کی مسنون دعائیں نہ صرف ازبر ہو گئیں' بلکہ ان کے معانی بھی واضح ہو گئے۔ درس و تدریس کا طریقہ اتنا سہل تھا کہ جو بھی پڑھایا گیا ذہنوں میں واضح نقوش کے ساتھ ازبر ہے۔ رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ ہمارے ذہنوں کو اسلام کے احکامات سے منور کر دے' آمین

رحمت اللہ بٹر صاحب کے مختلف موضوعات پر درس دینے کا انداز اتنا خوبصورت تھا کہ ہر بات نے ذہن پہ اپنے واضح نقوش چھوڑے۔ عبادات اور رسومات پر واضح اور مدلل گفتگو کی۔ جس سے ہر شخص انگشت بدنداں تھا کہ دین میں عبادات اور رسوامات تو اتنی آسان ہیں مگر ہم لوگوں نے فضول رسمیں شامل کر کے اسے مشکل بنا دیا ہے۔ درس کے بعد اگر تشنگی ہوتی تو سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ جس سے تمام تشنگی دور ہو جاتی تھی۔

امریکی نومسلم بھائی ابو طارق کا خطاب ولولہ انگیز تھا' اور ان کی غلبہ دین کے لئے فکر قابل ستائش ہے۔ مختلف تحاریک پر روشنی اور ان کا جائزہ پیش کرنے کا انداز جو محترم مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے پیش کیا ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ جیسے خشک مضمون کے باوجود ان کے انداز بیان نے ان تحاریک کو اس طرح ذہن نشین کرایا کہ گویا کوئی تشنگی باقی نہ رہی۔ قاضی فضل حکیم صاحب نے بھی ایک نئے اور مدلل انداز میں سمجھایا۔ شمس الحق اعوان صاحب نے نظم پر ایک لیکچر دیا جو ایک تحریکی تنظیم کے حوالہ سے ناکافی تھا۔

ایک ہفتہ کی یہ تربیت گاہ ایک مسلمان کیلئے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس تربیت گاہ میں ایک ہفتہ میں وہ کچھ سیکھنے کا موقع ملا' جو شاید سالوں میں نہ سیکھا جا سکے۔ آپس میں مل جل کر رہنے سے جو اخوت' بھائی چارہ کی فضا تربیت گاہ میں نظر آئی اور رفقاء کے بارے میں جو جذبات دل میں موجزن ہوئے کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھے۔

(تحریر : طارق جاوید کمبوہ)

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.31
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

لمحہ فکریہ

آج ۱۴/ اگست ہے!

تحریر: رعنا ہاشم خان

معزز قارئین!

۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو ایم اے جناح بیرسٹرایٹ لاء نے تاریخ عالم کا سب سے بڑا مقدمہ جیتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ مسلمانان عالم کو ایک بے مثال تحفہ عطا ہوا یعنی خدائے واحد کے نام پر ایک خطۂ ارض قائداعظم کی محنتوں کا ثمر مملکت خداداد پاکستان۔ لیکن اس مملکت خداداد کا ہمارے حکمرانوں کے ہاتھوں جو حشر ہوا وہ انتہائی غمناک ہے۔

کوئی بھی لکھنے والا جب پاکستان کی آزادی کے باب پر پہنچتا ہے تو ناممکن ہے کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کو نظرانداز کر دے۔ ۱۸ ملین افراد کی ہجرت' دنیا کی تاریخ میں اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ پاکستان کی طرف ہجرت کرنے والوں میں برصغیر کے ہر کونے کے لوگ شامل تھے۔ جنہوں نے آگ اور خون کا دریا عبور کیا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے دس لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا ان کے محلے کے محلے جلا دیئے' مکان' دکانیں' زمینیں لوٹ لی گئیں' پانی میں زہر ملایا گیا' ہزاروں مسجدوں کو مندروں اور گردواروں میں تبدیل کر دیا گیا' بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا۔ غرض دنیا کی تاریخ میں ایسے ظالم اور ایسی اندھیر نگری کی کوئی اور مثال مشکل سے ہی ملے گی۔

پاکستان جو کہ سیدھی راہ پر سیدھا چلنے والے لوگوں نے بنایا تھا' اس پر گزشتہ ۵۳ سالوں میں سے تقریباً ۳۰ سال فوج حکمران رہی' ۲۳ سال نوکر شاہی کے زیر اثر نیم جمہوری حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں۔ ۲۹ سال پہلے ملک سیاسی معاشی اور اقتصادی ناانصافیوں کی بدولت دولخت ہوا۔ ہم پاکستانیوں کے لئے تو سقوط ڈھاکہ اس صدی کا سب سے بڑا سانحہ ہے' جب ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ہمارے ایک لاکھ جوان ہندو کے نرغے میں تھے اور جنرل اروڑہ نے جنرل نیازی کے تمغے اتارے تھے۔ لیکن افسوس کے ہمارے مسند اقتدار پر بیٹھے حکمرانوں نے انگریز کے چھوڑے ہوئے تعلیمی نصاب میں تاریخ پاکستان اور اسلام کو واجبی طور پر داخل نصاب ہونے دیا تاکہ ہمارے بچے کہیں یہ نہ جان لیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور مشرقی پاکستان بھی کبھی ہمارا تھا۔

پاکستان کو اپنی آزادی کے فوراً بعد جن اندرونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں زبان اور قومیت کے مسائل سرفہرست تھے۔ ہمارے کچھ سیاستدانوں نے جب زبان اور قومیت کے نعرے کو مؤثر پایا تو انہوں نے یہی راستہ اختیار کر لیا اور یوں ہماری ساری سیاست قومیت و زبان کی سیاست بن کر رہ گئی۔ جس کے نتیجے میں ہمارے سیاسی گروہ ہمیشہ تفرقے کا سبق سکھاتے آئے ہیں۔ حالانکہ اسلام ایک اللہ اور ایک رسول پر ایمان کے ذریعے ایک دوسرے سے [illegible] کو جوڑ دینے کا حکم دیتا ہے۔ صوبائیت اور فرقہ [illegible] صرف چھوٹے ذہنوں میں گھر کر سکتی ہے۔ جبکہ وسیع سوچ صرف وسیع ذہن میں ہی سما سکتی ہے۔ بڑے دل محبت کے پیامبر ہوتے ہیں اور چھوٹے دل نفرت کے۔ ہم جو ہلالی پرچم تلے اکٹھے ہوئے تھے آج مختلف طبقوں' گروہوں اور علاقوں میں تقسیم ہو کر اپنی وحدت کو کھو بیٹھے ہیں۔

آج حقیقت میں کوئی بھی ایسی سیاسی جماعت نہیں جسے قومی سطح پر واحد نمائندہ جماعت کہا جا سکے۔ ہمارے بزرگ پاکستان کو ہمیشہ اسلام کا قلعہ سمجھتے اور کہتے رہے جبکہ ہمارے حکمران پاکستان کو اپنی جاگیر سمجھ کر دھرنا دیئے بیٹھے رہے۔ ہمارے حکمران ہر دور میں رہبر کے بجائے رہزن ثابت ہوئے۔ اپنی حویلیوں کے صدر دروازوں پر "ھذا من فضل ربی" لکھواتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام کندہ کراتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ پاکستان اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے' قرآن کو نافذ کرنے کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔

نظریئے کی بنیاد پر قائم ہونے والی ملت اسلامیہ پاکستان پر نظریئے سے نفرت کرنے والے مسلط ہو گئے۔ اگر انہیں عوام سے دلچسپی ہوتی تو قائداعظم کے فرمان کے مطابق [illegible] امارت کا انتخاب کیا رکھا گیا؟ پاکستان کی تپتی گرمی میں گھنیرے درختوں کی چھاؤں اور نہروں کا ٹھنڈا پانی بھی اگر قسمت سے میسر آ جائے تو غنیمت ہے۔ اسی طرح ٹھٹھرتی سردیوں میں [illegible] انگلیوں سے قالین بنتے ننھے بچے' یہ ہے ان لوگوں کی کل پونجی جسے حاصل کرنے کے لئے یہ قیامت صغریٰ سے گزرے تھے۔ پاکستان کے ۱۶ کروڑ مظلوم عوام نے تو آج تک صرف قربانیاں دیں اور ہمارے زیادہ تر حکمران لاکھ پتی' ارب پتی بن گئے۔ کیا ان کی لاٹری نکلی تھی؟

جی نہیں! ان کی کرپشن سے ہم سب واقف ہیں۔ انہوں نے پوری قوم کو گروی رکھ کر اپنے محل روشن کئے۔ اب حالت یہ ہے کہ قوم کے لئے ہر آنے والا دن گزرے دن سے بدتر ہے۔ نوجوان طبقہ بے روزگاری سے تنگ آ کر ہیروئن کی لعنت کا شکار ہو چکا ہے۔ اس وقت پاکستان میں ہیروئن کا استعمال کرنے والوں کی تعداد پندرہ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ آج ہم دنیا میں ۲۹ ویں پوزیشن پر بھکاری بنے کھڑے ہیں۔ پاکستان کی دگرگوں معیشت نے ہمارے نوجوانوں کو ڈالروں کی سرزمین میں بسنے کا خواب دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق صرف ۵۰ خاندان ایسے ہیں جو قیام پاکستان سے لے کر اب تک ملک و قوم کو لوٹ رہے ہیں۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں موجود ان خاندانوں کے قبضے میں [illegible] بھی ہے اور نوکر شاہی بھی۔ سرزمین پاک [illegible] اور بدعنوانی کے طفیل بنجر ہوتی جا رہی ہے۔ [illegible] سے ہمارے معزز حکمرانوں نے پاکستان اور قومی خزانے میں بے تحاشا لوٹ مار مچائی ہے۔ اور تو اور پی آئی اے قومی ایئر لائن سے نواز شریف ایئر لائن بنتے بنتے رہ گئی۔ دنیا بھر میں ہر جہاز کی پہچان ان کے ملک کی مناسبت سے ہوتی ہے اسی طرح پی آئی اے کی پہچان بھی اس کے جہازوں پر پی آئی اے لکھنے سے ہے۔ لیکن نواز شریف کو یہ چیز پسند نہیں تھی چنانچہ ان کے حکم سے تمام جہازوں پر سے پی آئی اے کے خوبصورت الفاظ ختم کر کے اسٹائلش ڈیکوریشن شروع کر دی گئی۔ ابتدا میں یہ کام Boeing 747-3000 کے چار نئے لیز شدہ جہازوں پر ہوا جس پر قومی خزانے سے دو کروڑ لاگت آئی۔ اس سے پہلے کہ تمام جہاز نشانہ بنتے نواز شریف اللہ کی گرفت میں آ گئے۔

تخلیق پاکستان کے بعد ہماری تاریخ کا اہم ترین سنگ میل ۲۸/ مئی ۱۹۹۸ء کا دن ہے۔ اس دن ہماری قوم نے دنیا کو بتا دیا تھا کہ جس طرح پاکستان کا [illegible] آنا زندگی اور موت کا سوال تھا اسی طرح ملک کی بقاء بھی [illegible] سے کسی طرح کم اہم نہیں۔ پاکستانی عوام نے جس طرح اپنے پیٹ کاٹ کر رات دن کی قربانیوں سے وطن عزیز کو ایٹمی قوت بنایا اس نے اہل مغرب کی راتوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ [illegible] پاکستان کے خلاف بھارت کے [illegible] اقتصادی پابندیوں کے [illegible] کا دروازہ کھولا گیا۔ صدر کلنٹن کے دورۂ جنوبی ایشیاء سے پہلے مشہور زمانہ ڈرامہ "طیارے کا اغواء" کھیلا گیا۔ ان کے دورہ کے دوران ۳۰ سکھوں کو ملک عدم بھجوا کر اس کا کریڈٹ بھی وطن عزیز پر رکھ دیا گیا۔ بھارت میں امریکہ کی دلچسپی ہندو یہود گٹھ جوڑ' ڈیڑھ ہزار بھارتی فوجی افسروں کا دورۂ اسرائیل یہ سب نقارۂ بیداری نہیں تو کیا ہے؟ لیکن پاکستان کی تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے حکمران ملک کو لاحق خطرات کا کبھی ادراک نہ

(باقی صفحہ ۹ پر)